© rasailojaraid.com

شاعر کی صبح

از مولانا عتیق صدیقی لکھنوی لکچرار مدراس یونیورسٹی

سحر کے دلکشا منظر سے کب یہ جی بہلتا ہے — یہی معلوم ہوتا ہے کوئی دل کو مسلتا ہے
چٹکتے ہیں جو غنچے، گل گریباں چاک ہوتے ہیں — تو یہ دل اور بھی آغوشِ سینہ میں مچلتا ہے
جو برگِ گل پہ کچھ شبنم کی بوندیں تلملاتی ہیں — خدا ہی جانے دل کیوں خود بخود پہروں اچھلتا ہے
ہواؤں کے تھپیڑوں سے جو شاخیں تھرتھراتی ہیں — تو نازک چٹکیوں سے کوئی دل پہلو میں ملتا ہے
جو بھینی بھینی خوشبو پھیلتی ہے سینۂ گل میں — اُمنگوں ولولوں کا جب کہ چشمہ سا اُبلتا ہے
صبا کا پائے نازک جبکہ مستِ رنگ بو ہو کر — دلِ ہر غنچہ و گل کو شرارت سے کچلتا ہے
نسیمِ صبح رنگیں روندتی ہے پتّی پتّی کو — خرامِ ناز اس کا فرشِ برگِ گل کو ملتا ہے
جو نازک نرم ننھی پتیوں پر اپنی اترا کر — زمیں کا چیر کر سینہ کوئی پودا نکلتا ہے
لبِ جو ننھی ننھی بوٹیاں جب لہلہاتی ہیں — جہاں صبحِ ہوا سے کروٹیں پودا بدلتا ہے
سناتی گدگداتی ہے ہوا خاموش کلیوں کو — نظر حسرت سے تکتی، دل کفِ افسوس ملتا ہے
ہوائیں سرسراتی اور نغمے گنگناتی ہیں — تو دل بیتاب ہو کر ہر گھڑی پہلو بدلتا ہے
اِدھر نہروں کی موجیں سطحِ سیمیں پر مچلتی ہیں — سفینہ دل کا سینے کے سمندر میں مچلتا ہے
نہ جانیں کیوں مری آنکھوں سے ہوتے ہیں رواں آنسو — جو بہنے کے لیے سیماب چشموں سے اُبلتا ہے
جو چڑیاں چہچہاتی اور میٹھے راگ گاتی ہیں — لبِ خاموش سے بیتاب اک نالہ نکلتا ہے
کسک سی کوئی بھر دیتا ہے میری ہر رگ و پے میں — جو پلٹے موج ہر ساحل سے ٹکرا کر پھسلتا ہے

© rasailojaraid.com

بکھرتے ہیں جو موجوں سے حباب ٹوٹ جاتے ہیں تو ذرہ سوزِ غم سے موم آسا دل پگھلتا ہے

نئی کونپل سحر کو پھوٹتی ہے جبکہ پودے میں زمیں کا منہ جو کوئی سبز فیروزہ اُگلتا ہے

گذرتے ہیں ہزاروں وسوسے تب پریشانی میں دلِ حساس پر گویا کوئی آرا سا چلتا ہے

چمن کی پتیوں کے نرم و نازک سبز مخمل پر ہوا کا تیز جھونکا آ کے جب اِترا کے چلتا ہے

بھیانک رات جب جاتی ہے تاری منہ چھپا کر اُجالا صبح کا ہوتا ہے اور سورج نکلتا ہے

اِدھر یہ کیف یہ مستی، یہ رنگینی، یہ رعنائی! اُدھر یہ حال، دل ہر منظرِ دلکش پہ جلتا ہے

غرض ہر ایک نظارہ گلستاں کا، بیاباں کا سحر کے سحر ساماں وقت میں اس دل کو کھلتا ہے

بجا ہے یہ کہ یہ اسرار قدرت کے مظاہر ہیں مری چھاتی پہ ہر نظارہ اِن کا مونگ دلتا ہے

نہ پوچھو حال کیا ہوتا ہے پہلو میں مری دل کا شجر جب پھولتا اور پھول کر جو وقت پھلتا ہے

یہ مانا ہے نظامِ محفلِ ہستی یونہی قائم جو اوروں کو کچلتا ہے وہ خود بڑھتا ہے پلتا ہے

گرا دیتا ہے کمزوروں کو اپنے زورِ بازو سے تب اطمینان سے دنیا کے رستہ میں وہ چلتا ہے

بھرم رکھتا ہے وہ اپنا فریب آبادہستی میں جو اپنی زندگی کی خاطر اوروں کو کچلتا ہے

اُسی کو ہے میسر کچھ ثبات اس بزمِ گیتی میں پھسلتا بھی اگر ہے پاؤں تو اٹھ کر سنبھلتا ہے

ثبوت زندگی دیتا ہے وہ اس باغِ فطرت میں سکوں جس کو نہیں ہر لمحہ اک پہلو بدلتا ہے

جو پامال جفائے حکمِ فطرت ہو کے ہاتھ آئے

دلِ محوی بھلا اس زندگی سے کیا سکوں پائے